مدحت کدہ

نعتیہ مجموعہ



الیاس بابر اعوان

نعت گوئی ایک سعادت ہے، لیکن یہ سعادت ہر شاعر کے حصے میں یکساں طور پر نہیں آتی، بلکہ اس کا انحصار اُس فکری و فنی آزمائش پر ہوتا ہے جس سے تخلیقِ نعت کے مرحلے میں شاعر گزرتا ہے۔ شیفتگی، جذب و شوق اور احساس کی کیفیت یہ سب حرف نعت کے لطف اور تاثیر میں کردار ادا کرتے ہیں، لیکن اُس وقت جب شاعر زبان و بیان کی نزاکت، فنی دروبست اور تخلیقی وفور کے ساتھ ساتھ گہرے مذہبی شعور سے بہرہ مند ہو۔ الیاس بابر اعوان ایک جواں سال اور خوش گو شاعر ہیں۔ ان کے یہاں شعر میں فکر کا عنصر بھی راہ پاتا ہے۔ معاصر شعری منظرنامے میں جو لوگ تازہ کاری کا حوالہ رکھتے ہیں، الیاس بابر اعوان بھی ان میں شامل ہیں۔ گزشتہ کچھ عرصے میں ان کے تخلیقی انہماک کا مرکزی حوالہ نعتِ رسولِ کریم ﷺ بنتی نظر آرہی ہے اور انھوں نے تواتر سے نعت کہی ہے۔ اب ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ "مدحت کدہ" شائع ہو رہا ہے۔ اس مجموعے میں شامل نگارشات لطفِ سخن کی حامل ہیں اور ان میں اُسلوبِ نعت کی تازگی بھی نمایاں ہے۔ ان کی نعت محض عقیدت سے عبارت نہیں، بلکہ عقیدت کے ساتھ سیرت اور تعلیمات نبوی ﷺ سے استفادہ بھی تخلیقی عمل کی تراوش کا ذریعہ بنتا ہے۔ نعت کا یہ وہ رنگ و آہنگ ہے جو ادب کے عصری شعور کی غمازی کرتا ہے اور نعت کو ادبی معیارات کے ساتھ دیکھنے اور فنی سطح پر جانچنے کا سوال بھی اُٹھاتا ہے۔ یہ بات پوری ذمے داری سے کہی جاسکتی ہے کہ الیاس بابر اعوان جن تخلیقی امکانات کے حامل نظر آتے ہیں، وہ پوری طرح بروئے کار آئے تو ان کی کارگزاری بھی مثالی ہوگی اور معاصر نعت بھی ثروت مند ہوگی۔

صبیح رحمانی۔ کراچی

مدحت کدہ

(نعتیہ مجموعہ)

الیاس بابر اعوان

کتابی سلسلہ ۲ : مدحت کدہ
(نعتیہ مجموعہ)

شاعر : الیاس بابر اعوان
0321-5104648
www.facebook.com/ilyasbabarawanz

سرِورق : شبنم اقبال صاحبہ

اشاعت : اپریل ر 2021ء

ناشر : رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی

زیرِاہتمام : پاسبانِ حمد و نعت، کراچی
pasbanehamdonaat@gmail.com
www.facebook.com/pasbanehamdonaat

پرنٹر : محبوب پریس، کراچی

تعداد : 500

صفحات : 112

قیمت : =/400روپے

ISBN # 978-969-745-031-2

انتساب

حضور ختمی مرتبت آقائے دو جہاں
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کریمی
کے نام

اظہارِ تشکر

افتخار عارف

صبیح رحمانی

شاعر علی شاعر

مفتی شہزاد مجددی

سرور حسین نقشبندی

ڈاکٹر فرخ ندیم

رفاقت راضی

سعید شارق

احمد حسن راجہ

ابوالحسن خاور صاحبان

اور

بہن شبنم اقبال صاحبہ

کا خصوصی شکریہ

اللہ آپ سب کی عزتوں اور زندگیوں میں اضافہ فرمائے۔

آمین

فہرست

◆◆◆

اکیسویں صدی کا نعتیہ آہنگ

’’مدحت کدہ‘‘

کاشف عرفان

نعت عقیدہ اور عقیدت کے درمیان درست تال میل سے پیدا ہونے والے ایسے اظہار کا نام ہے جس کی بنیاد میں اخلاص خشتِ اوّل کا کام کرتا ہے۔نعت اظہارِ عقیدت کا وہ آئینہ ہے جس کے سامنے نعت گو اپنی عقیدت ومحبت اور نم ناک جذبوں کے ساتھ جا کھڑا ہوتا ہے۔نعت کا راستہ آسان نہیں کہ یہ ہنر کاری سے ماورا صورتِ حال کا نام ہے۔الفاظ وتراکیب،تشبیہات واستعارات اور علائم کا نظام اگر پورے شد ومد سے موجود بھی ہو تو یہ مقبول نعت نگاری کے لیے کافی نہیں کہ نعت کہنے کا مرحلہ اذنِ بارگاہِ سرکارِ دوعالم b کے بعد کا مرحلہ ہے۔خلوص، عجز، احساسِ ندامت اور روح کی گہرائیوں سے اُٹھنے والی صدا اُس بارگاہ میں باریابی کا وسیلہ بن جاتی ہے جہاں اخلاص کے ساتھ پھیلایا گیا کوئی دامن خالی واپس نہیں آتا۔ہزاروں لاکھوں خالی جھولی لے کر اس بارگاہ میں بہ صد عجز جا کھڑے ہوئے اور اپنی جھولی میں فکر وفن کے ہیرے موتی لے کر واپس ہوئے۔

عشقِ رسول b کا مرحلہ زیست کے مشکل ترین مراحل میں سے ایک ہے یہ عقیدت کے ایسے راستوں کا سفر ہے جہاں فرد اپنی شخصی انا سے باہر ایک نئی منزل کے نشان تراشتا ہے۔ایک ایسی منزل جس کو پا لینے کی تمنا تو ہر پاکیزہ دل اور ذہن میں موجود ہوتی ہے لیکن اِسے پالینا ہر کس وناکس کا نصیب نہیں۔عشقِ رسول b کے راستے کا تو مسافر ہو جانا ہی منزل پالینا ہے گردِ راہ ہو جانا ہی مقام پالینا ہے۔نعت اسی راستے کا پہلا پڑاؤ ہے۔

اُردو زبان وادب کی یہ خوش نصیبی رہی کہ صفِ اوّل کے ادیبوں اور شاعروں کے ساتھ ساتھ نئی لیکن توانا تخلیقی آوازیں بھی اپنے عہد کا تہذیبی منظرنامہ ترتیب دینے میں نمایاں نظر آتی رہی ہیں۔ یہ آوازیں مضافاتی بھی ہیں اور علم وادب کے مراکز سے بھی ان کا رشتہ ہے یہ نوجوان شاعر اور ادیب روایتی اندازِ تحریر سے مختلف نئی نامعلوم سمتوں میں سفر کو ہی اپنی منزل جانتے ہیں۔ اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی پاکستان کے ادبی منظرنامے پر اہم دبستانوں کے ادیبوں کے ساتھ ساتھ مضافات سے بھی توانا تخلیقات سامنے آنے لگیں نئے ادیبوں اور شاعروں نے نئے موضوعات کے ساتھ ساتھ اس تہذیبی خلا کو پیش کرنے کی کوشش کی جو منطق اور ٹیکنالوجی کے ادغام سے وجود میں آیا۔

بیسویں صدی کی آٹھویں اور نویں دھائی میں تولد ہونے والے اہلِ سخن جب مذہبی ادبیات کی جانب آئے تو اُن کے پاس تین طرح کے ادبی رنگ موجود تھے۔ وہ احمد رضا خان، محسن کاکوروی، ظفر علی خان اور اقبال کی نظریاتی روایت سے بھی آگاہ تھے اور مظفر وارثی، اقبال عظیم، حفیظ تائب اور ادیب رائے پوری کے جدید ادبی آہنگ کو ایک تہذیبی وراثت کے طور پر ساتھ لے کر چل رہے تھے۔ ایک تیسرا مابعد جدید رویہ بھی اُن کے ساتھ تھا جس کا تعلق اکیسویں صدی کے تہذیبی اور نظریاتی مسائل سے تھا۔ اِس لہجے کو سمجھنے کے لیے انہیں اپنے وجدان پر بھروسہ کرنا تھا کہ بیسویں صدی کے اکابرین اُس تہذیبی جنگ کا حصہ نہیں تھے جس کا آغاز 2001ء کے بعد ہوا۔ یہ تہذیبی ٹکراؤ اس نوجوان نسل کا مسئلہ تھا جو مشرق و مغرب کے درمیان اس کیفیت کی شاہد تھی۔ ان نوجوان شعراَ کی مذہبی تخلیقات میں موضوعات کا ایک بڑا منفرد تنوع موجود تھا۔ یہ شعراَ بہ یک وقت صوفی روایت کے امین بھی تھے اور سماجی منظرنامے پر معاشرت، معیشت، ثقافت، منطق اور ٹیکنالوجی کے تغیرات سے بھی نبرد آزما تھے۔ ان شعراَ کے ہاں شعریات (Poetics) اپنے اصل رنگوں میں موجود تھی اور یہ کسی طرح کی مصنوعیت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ مشرق کی توانا صوفی آوازوں کا رِدھم ان کے فکروفن میں ایک سرمدی لے پیدا کر رہا تھا۔ اکیسویں صدی کے نعت گو تغیرات کے ایک بڑے سمندر سے گزر رہے تھے۔ ارتقا کے ایک بڑے سمندر سے گزرتے ہوئے ان کے پاس مستقبل کی اُمید کے لیے صرف ان کا وجدان ہے۔ ارتقا کا یہ عظیم سمندر انہیں خارجی سطح پر ایک

گلوبل شہری بنا رہا ہے جب کہ داخلی سطح پر ہجوم میں تنہائی کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ ہمارا نوجوان نعت گو اس گلوبل گاؤں کا حصہ ہوتے ہوئے بھی اپنے تہذیبی پس منظر کو اپنی فکر کا حصہ بنا کر راستہ تلاش کر رہا ہے۔ الیاس بابر اعوان اکیسویں صدی کے آغاز میں اُٹھنے والی وہ توانا آواز ہے جس کے راستوں کا تعین ابھی ارتقائی مراحل میں ہے۔ وہ غزل گو بھی ہے، نظم بھی کہتا ہے اور تنقید کے میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہا ہے۔ مذہبی ادبیات سے بھی لگاؤ رکھتا ہے اور مذہبی تخلیقات کی تفہیم و تحسین بھی اُس کا اختصاصِ فن بن کر سامنے آتا ہے۔ انگریزی ادب کا اُستاد ہے اور آقا کریم حضرت محمد مصطفیٰ b کی محبت اُس کے رگ و ریشے میں کچھ اس طرح بسی ہے کہ مغرب کے اعلیٰ ادب پاروں کے مطالعے کے ساتھ ساتھ نعت کی دنیا کا مسافر بن گیا۔

بہ قول اقبال:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

مدینہ و نجف کے نور سے بصارت اور بصیرت حاصل کرنے والے نوجوان شاعر کو اِس بستی میں داخلے کا پروانہ اُس ذاتِ بابرکات b کی بارگاہ سے عطا ہوا جن کے اذن کے بغیر حاضری اور حضوری نہیں ہو سکتی۔ وہ آیا تو تھا اِس بستی میں زمینِ غیر سے ہجرت کر کے لیکن آقا و مولا حضرت محمد b کی عطا سے اِس خطۂ پُرنور کا مکین بن گیا۔ اُسے نعت کہنے کا اذن ملا تو رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں وہ اِس راہ کا مسافر بن گیا۔ نعت کا یہ راستہ اسے دربارِ مصطفیٰ b سے عطا ہوا ہے۔ خوش نصیب ہے کہ جوانی میں وہ اُس بستی کا مکین بن گیا جہاں روشنیاں تقسیم ہوتی ہیں مشاعروں میں نظم یا غزل پڑھتے ہوئے بھی اُس کے اندر کا ہیجان اسے آسودہ نہ ہونے دیتا تھا کہ غزل یا نظم اُس کے اضطراب کی دوا نہ تھیں۔ وہ نئے راستوں کا متلاشی تھا۔ اُس کی یہ تلاش اُسے نعت کی جانب لائی اور پچھلے کچھ عرصے میں عطائے رب کریم اُسے اس طرح حاصل ہوئی کہ تریسٹھ نعوت مبارک پر مشتمل مجموعۂ نعت ''مدحت کدہ'' اشاعت کے مرحلے میں ہے۔

الیاس بابر اعوان روایتی شاعر نہیں کہ شاعری کے گھر میں داخل ہونے کے لیے ہر ایک کو الگ الگ دروازہ عطا ہوتا ہے۔ اُس کا اندرونی ہیجان اسے آسان راستوں پر چلنے ہی نہیں دیتا۔ وہ

اپنے لیے ہمیشہ مشکل راہ چُنتا ہے۔ نعت میں ندرتِ خیال اور شعریات دو ایسی خصوصیات ہیں جو کسی بھی نعت کو قبول عام کا درجہ دلوا سکتی ہیں اور الیاس کے ہاں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں۔ وہ نعت کے مصرعوں کے ساتھ ٹھہرتا ہے انہیں اپنی فکر کا حصہ بناتا ہے اور تادیر اُن مصرعوں کو مختلف زاویوں سے دیکھتا ہے یوں کہیے کہ وہ نعت کے ان اشعار سے دوستی کر لیتا ہے۔ حُسن کے ان شہ پاروں کو مختلف زاویہ ہائے نظر سے دیکھتا ہے اور سنوارتا ہے۔ ایک ایسے نوجوان شاعر کے ہاں یہ اندازِ فکر خوش گوار حیرانی میں مبتلا کرتا ہے جو مختلف شعبہ ہائے ادب سے بہ یک وقت وابستہ ہو۔ مجھے اُس کی نعتوں کے مطالعہ کے بعد اس بات کا اندازہ ہوا کہ وہ اپنی نعتوں کے مصرعوں کی بُنت میں باقاعدہ وقت صرف کرتا ہے۔ الفاظ وتراکیب اور تشبیہات واستعارات سے اشعار کی تزئین وآرائش اُس کی شاعری میں فنی پختگی کا ثبوت ہے:

میں صرف رو ہی سکوں گا درِ رسول کے پاس
میں کیا کروں مجھے شرمندگی زیادہ ہے

☆

اشک آنکھوں سے نکلتے ہیں مدینے کی طرف
یہ پرندے ہیں مگر عام نہیں ہوتے ہیں

☆

سفید روشنی ہے اور سبز دیکھتا ہوں
میں کائنات کی ہر پور سبز دیکھتا ہوں

الیاس بابر اعوان کے یہاں روشنیوں کا یہ سفر تجسیم سے تجرید کی جانب راستوں کی تلاش ہے یوں اُس کی نعت صرف اُس کے انفرادی دُکھوں، محبتوں اور عجز واحترام کی تصویر ہی نہیں بناتی بلکہ اپنے عہد کا سرنامہ بھی ترتیب دیتی ہے۔ وہ فرد سے اجتماع کے درمیان مسلسل متحرک رہتا ہے یوں اُس کے ذاتی غم، ذاتی نہیں رہتے بلکہ وہ اس میں اُن اجتماعی دکھوں کو بھی شامل کر لیتا ہے وہ اجتماع کا شاعر ہے لیکن انفرادی راستے سے اس سمت آتا ہے وہ مصرعے کی بنت کے دوران قافیے کو نئے زاویے سے برتنے کا فن جانتا ہے۔ لفظ کو منشور (Prism) سے گزار کر سات مختلف رنگوں میں

بدلتے ہوئے اُس کا فن نئی زمینوں اور نئے زمانوں کی خبر دیتا ہے۔معاصر نعت میں رنگوں کی یہ کہکشاں اُس کے فن کا انفرادی حُسن ہے جو قاری پر دھیرے دھیرے آشکار ہوتا ہے۔قاری پہلی قرات کے دوران شعر کو چھوتا ہوا گزرتا ضرور ہے لیکن اجنبیت کی فضا برقرار رہتی ہے۔دوسری اور پھر تیسری قرات مصرع درمصرع رنگوں کو ایسے پھیلاتی ہے کہ ساری فضا رنگ رنگ ہو جاتی ہے۔الیاس کی نعت پڑھتے ہوئے یہ احساس جاگا کہ یہ نعتیں پڑھنے سے زیادہ سوچنے کے عمل کو مہمیز دیتی ہیں۔شعریت اور تاثر کی ایک زیریں لہر کے ساتھ مصرعوں میں نیا زاویہ نظر قاری کو چونکاتا ہے اور یوں قاری شاعر کے تجربے کا حصہ بن جاتا ہے۔عمومی طور پر کوئی بھی تخلیق تین صورتوں میں پڑھنے والے پر اثرانداز ہوتی ہے پہلی صورت میں یہ جذبات کی بالائی سطح کو چھوتی ہے، قاری تخلیق سے حظ اُٹھاتا ہے اور سوچنے کا عمل آغاز نہیں ہوتا۔دوسری طرح کی تخلیقات جذبات کی زیریں سطح کو مس کرتی ہیں، قاری حظ بھی اُٹھاتا ہے اور اُس کیفیت کا حصہ بن کر خیال کی سطح پر تخلیق کار سے منسلک ہوتا ہے لیکن جذبے کی شدت فکر تک مکمل رسائی نہیں دیتی۔تیسری سطح اس لحاظ سے سب سے منفرد ہے کہ ان تخلیقات کا مقصد قاری کے فکر و خیال کو اس طرح مہمیز دینا ہوتا ہے کہ جذبے کی رنگینی کے ساتھ ساتھ سوچنے کا عملی آغاز ہو جائے۔الیاس بابر اعوان کے یہاں تینوں طرح کی تخلیقات موجود ہیں۔وہ جذبے کو انگیخت بھی کرتا ہے اور فکر و خیال کے موتیوں تک بھی قاری کو رسائی دیتا ہے۔

جذبے کی انگیخت پر مشتمل نعتیہ اشعار دیکھیں:

دھوپ میں بیٹھے فقیروں کی خبر ہے اُن کو
دور تک سایۂ دیوار بڑھا دیتے ہیں

☆

دیتی ہے رہائی مجھے دنیا کے غموں سے
یا رب مجھے دے اور تمنائے محمد

☆

آقا کے نام پر نہیں دھڑکا تو بولنا
نیزے سے ریت پر تُو مرا دل بنا کے دیکھ

☆

ہماری مائیں ہمیں لوری میں سناتی ہیں
درودِ پاک کا دل آشیانہ بنتا ہے

☆

ہمیں تو ماں نے سکھایا تھا پھول چننے کا فن
ہمارے گھر میں ہمیشہ سے ہے بہارِ درود

عطا اور حسنِ عطا کے درمیان فکر کا راستہ آسان ہونے کے مناظر مبہوت کر دینے والے ہیں۔تمام اہم نعت گو شعراٗ کے یہاں فکر کو مَس کرنے اور خیال کو قاری کی فکر کا حصہ بنانے کا عمل موجود ہوتا ہے۔ایسی تمام صورتوں میں علامتی واستعاراتی نظام سے مدد لی جاتی ہے۔علائم کے اس نظام میں الفاظ وتراکیب کا برتاؤ اور استعارہ سازی کے ذریعے شاعر موجود سے ماورا کی تصویر بناتا ہے۔موجود میں رہتے ہوئے ماورا تک رسائی بعض اوقات تاریخ سے مستقبل کے سفر کا پیش خیمہ بھی بن جاتی ہے لیکن اس کے لیے شاعر کو تاریخ کے اُس سمندر سے گزرنا پڑتا ہے جو کسی بھی لحاظ سے آسان نہیں ہے۔الیاس بابر اعوان موجود سے ماورا کی تصویر سازی تو کرتا ہے لیکن جذبے کی شدت اُسے تاریخ کے ماورائی احساس تک پہنچنے نہیں دیتی۔کم عمری اور شدت جذبات کے اپنے رنگ ہوتے ہیں۔

فکر کو مہمیز دینے والے چند اشعار دیکھیں جو جذبے اور فکر کو بہ یک وقت مس کر رہے ہیں:

بعض نکتے کسی نسبت سے سمجھ آتے ہیں
کچھ چراغوں میں مجھے آبِ رواں دِکھتا ہے

نعت پڑھتے ہوئے اِک حجرے میں آجاتا ہوں
جس کی کھڑکی سے پسِ کون و مکاں دِکھتا ہے

☆

خدا کی دین ہے ہاتھوں پہ کس کے کیا لکھ دے
کہیں لکیریں، کہیں قافلے بنے ہوئے ہیں

☆

ایک تہذیب حقیقت ہے نبی کا رستہ
خواب کا نقشِ قدم ہے جو یہ ہم ہیں تم ہو

☆

بدل جاتے ہیں طیبہ کی زمیں پر جا کے معنی
ہمارے اشک بن جائیں گے سرشاری ہماری

☆

مجھے سنبھال کے رکھنا اے قافلے والو
عجب نہیں کہ مدینہ پہنچ کے جی اُٹھوں

الیاس بابر اعوان منطقی اطلاقی علوم اور روحانیت کے سنگم پر موجود اُن نعت گو شعرا میں شامل ہے جو روایت، جدیدیت اور مابعد جدیدیت سے اپنا راستہ تلاش کرتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے باعث پیدا ہونے والی پیچیدہ زندگی نے انسان کو ہجوم میں تنہا کر دیا ہے۔ مشین کے ساتھ مسلسل وقت گزارتے ہوئے انسان ایک مشین کی تصویر بنتا چلا جا رہا ہے یوں انسانی خوابوں کی شکست و ریخت کے اس عہد میں ایک عالمی تنہائی فرد کا مقدر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہمارے نعت گو شاعر کے پاس محبتِ رسول b کا ایسا اثاثہ موجود ہے۔ وہ بھی اس تیز رفتار زندگی کا ساتھ دینے کے لیے دوڑتا جاتا ہے لیکن اُس کے پاس مشکل کے ہر لمحے میں یادِ نبی b کا سہارا موجود ہوتا ہے۔ اس یاد کے ساتھ اُس کے تمام انفرادی دکھ بھی طمانیت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں:

سارا عالم خوشبوئے تازہ سے پیہم ہو گیا
پاؤں چومے جس گھڑی بادِ صبا نے آپ کے

☆

اور پھر یوں ہو کہ میں خوابِ سفر سے جاگوں
پھر اسی خاک مدینہ سے شناسائی ہو

☆

وگرنہ کس نے درختوں کی بات سنی تھی
ہوائے طیبہ نے آ کر مرا پیام لیا

اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی دنیا ایک بڑے تہذیبی خلا کا شکار نظر آتی ہے۔ بیسویں صدی کی عالم گیر جنگوں اور عالمی معیشت پر سامراجی استبداد کا منطقی نتیجہ آج مذہبی منافرت اور تہذیبی ٹکراؤ کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ یہ تہذیبی آشوب دنیا کو دو مختلف خانوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ دنیا مسلم اور غیر مسلم ٹکڑوں کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ عالمی استعماری طاقتیں مذاہب اور ٹیکنالوجی کی نئی تفہیم کر رہی ہیں یوں آج کا انسان اقدار سے دور ایک ایسی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جا رہا ہے جہاں مذہب کو ایک نظریے کے طور پر تسلیم کرنا جرمِ عظیم بن گیا ہے۔ تہذیبی انہدام کے اس عہدِ پُرفتن میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام b کی شخصیت کو نت نئے طریقوں سے مسخ (نعوذ باللہ) کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پچھلے بیس برس کی ہر ساعت اس بات کی گواہ ہے کہ نو/گیارہ کے بعد اسلام کی عالم گیریت سے خوف زدہ مغرب کسی نہ کسی سطح پر اِس کے رد کی کوشش کر رہا ہے۔ مغربی تعلیمی اداروں میں خواتین کے اسکارف کا مسئلہ ہو یا علومِ دینیہ اور آیاتِ قرآنی کو دہشت گردی سے جوڑنے کی مذموم کوشش ہو یا مغربی تنگ نظری کی جانب سے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ b کی کردار کشی ہو، مغربی فکر واضح طور پر اسلام کی حقانیت سے خوف زدہ نظر آتی ہے۔ ایسے میں آج کے نعت گو کی ذمے داری ہے کہ وہ علمی سطح پر ایک بڑے مکالمے کو فروغ دے۔ مغرب سے یہ مکالمہ نثری تحریروں کے ذریعے بھی ممکن ہے اور شاعری میں بھی اسے فروغ دیا جا سکتا ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارا آج کا نعت گو اس سے غافل نہیں۔ الیاس بابر اعوان بھی اپنی تخلیقات میں اس مکالمے کو اُستوار کرنے میں سرگرداں ہے۔ ایسے میں اُس کا وجدان ہی اُس کا زادِ راہ ہے کہ بیسویں صدی کے نعتیہ شاعر یا ناقد کا یہ مسئلہ تھا ہی نہیں۔ تہذیبی شکست و ریخت اور ٹیکنالوجی کی تیز رفتاری شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر ریاض مجید یا ڈاکٹر عزیز احسن کی نسل کے

لوگوں کا مسئلہ نہیں۔ انہیں اس پیچیدہ مسئلے کا ادراک نہیں لہٰذا اُن کی تحریروں میں اس حوالے سے ایک جملہ بھی نہیں ملتا۔ وہ آج بھی غزل کی فارمیٹ میں لکھی گئی نعتیہ تخلیقات پر بات کی تفہیم میں مصروف ہیں۔ آج کے شاعر کی تلخ سچائی اُن کے لیے غیر اہم ہے۔ نعتیہ تخلیقات میں اس تہذیبی انہدام کو روکنے کے لیے مکالمے کا آغاز دو سطحوں پر ممکن ہے۔ پہلی سطح نظم معریٰ، آزاد نظم یا نثری نظم کی سطح پر براہِ راست گفتگو ہے جب کہ دوسری سطح پر نعتیہ غزلیات میں سرکارِ دوعالم آقائے نامدار حضرت محمد b کی سیرتِ پاک کا اِس طرح بیان کہ اُس میں عہدِ موجود کی تصویر بھی نظر آنے لگے۔ تلمیحاتی علامتوں کے ذریعے یہ ممکن ہے لیکن اس کے لیے فنِ شاعری پر قدرت کے ساتھ ساتھ رب کی عطا کا ہونا بھی ضروری ہے۔ تلمیح کو علامت میں ڈھالنا آسان نہیں کہ تلمیح تاریخ کا حصہ ہوتے ہوئے ماورائی صورت میں مشکل سے آتی ہے لیکن جہاں جہاں ایسا ہوا وہاں کلام میں موجود سے ماورا کی گرہیں کھلتی نظر آنے لگیں اور شعرِ اعلیٰ کے درجے سے آفاقیت میں جا داخل ہوا۔

الیاس بابر اعوان کے یہاں غزل فارمیٹ میں نعت عہدِ رسالت b سے عہدِ موجود تک کا بیان ہے وہ براہِ راست مکالمے کی سمت ابھی نہیں آیا کہ ابھی وہ اپنے عہد کا آشوب ایک مناجاتی کے طور پر اپنے سرکار b کے سامنے رکھ رہا ہے۔

تہذیبی ٹکراؤ اور عدم توازن کے اس دور کے مسائل سے ہمارا بیسویں صدی کا نعت گو اور نعتیہ نقاد آگاہ نہیں تھا۔ اُس کے مسائل صرف ادبی تھے جب کہ اکیسویں صدی کا نعت گو پیچیدہ نظری مسائل اور نئے نئے مذہب بے زار فلسفوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہے۔ آج کا نعت گو نظریات کی جنگ کا آخری آخری پیادہ ہے جسے یہ جنگ اپنے وجدان کے بل پر لڑنی ہے:

ترکہ تاریخ میں بس دو ہی تو مضمون ہیں
دشمنوں کی نفرتیں اور دِل ملانے آپ کے

☆

دل کے بے جان قرینوں پہ اُتر آئے حیات
دیکھیے ایک نظر شاہِ جہاں بسم اللہ

☆

اس شہرِ مصطفیٰ کا کشادہ دلی ہے وصف
ہجرت ہوئی تو گھر کو کھلا چھوڑ جائیں گے

☆

ہماری جانیں ہیں ناموس کے لیے محفوظ
ہمارے واسطے یہ زندگی کا رستہ ہے

الیاس بابر اعوان کی نعتیہ تخلیقات کا ایک بڑا اختصاص اُس کے یہاں استعاراتی سطح پر تصویر کشی اور اس سے بھی آگے بڑھ کر تمثیل کاری کا رجحان ہے۔ بصری سطح پر استعارے کو ایسے پیش کرنا کہ قاری شاعر کے ساتھ منظر منظر سفر کرے، ایک ایسی فنی خصوصیت ہے جو بہت کم نعت گو شعرا کے یہاں پائی جاتی ہے یوں استعارے اور علامتیں اپنے اصل دائرے سے باہر آ کر واقعہ یا خیال کو اِس طرح وسعت دیتے ہیں کہ متحرک تصاویر سامنے آتی ہیں۔ عمومی سطح پر آزاد اور نثری نظم میں تو یہ متحرک تصویر کاری ممکن ہوتی ہے لیکن دو مصرعوں میں مکمل خیال کے ساتھ تمثیل کاری ایک مشکل امر ہے اور فنی عبور کا متقاضی ہے۔ ایسے تمام شعروں میں جہاں وہ تمثیل کاری کرتا ہے، ایک علاحدہ سرشاری کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ اپنے قاری کو اپنے ساتھ اس سفر میں ساتھ رکھنے کا عمل اُس کی کام یاب نعت نگاری کا ثبوت ہے:

یہ مدینہ کے گلی کوچوں میں پھرتا رہے گا
دل کے اطراف سے زنجیر ہٹا لی جائے

☆

آپ کے عشق میں رو لیتے ہیں تنہائی میں
سارے اظہار سرِ عام نہیں ہوتے ہیں

☆

یہ عشق گنبدِ خضریٰ کی سبز چادر ہے
میں اس کو اوڑھ کے ہر دور سبز دیکھتا ہوں

☆

درِ رسول پہ جا کر اُسے رہائی ملی
مقامِ وصل تھا جب دَم کو الوداع کہا

☆

فروزاں رہتا ہے ان میں چراغِ حبِ نبی
ہمارے سینوں میں جو طاقچے بنے ہوئے ہیں

اگرالیاس بابراعوان کی شعریات(Poetics) کوثقافتی ترسیل کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اُس کے شعری نظام پر نعت کی روایت کے ساتھ ساتھ غزل کی اُس جدید روایت کا اثر ہے جہاں مصرع سازی کے دوران اچانک پن کی کیفیت پیدا کی جاتی ہے۔اچانک پن یا حیران کن اختتام کی ٹیکنیک بنیادی طور پر افسانہ(Short Story) کی ٹیکنیک ہے جسے اُردو کے معاصر غزل گو کام یابی سے استعمال کر رہے ہیں۔الیاس مصرعے میں قافیے کو نئے رنگ سے پیش کر کے اچانک پن پیدا کرتا ہے جو بعض اشعار میں ایک بڑی حیرانی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ الیاس حلقہ اُربابِ ذوق کے اجلاسوں کا حصہ بھی رہا اُس کی نعتیہ کاوشوں میں جدید نظم کا تاثر بھی ملتا ہے۔اُس نے ابھی نعتیہ نظمیں کہی ہیں یا نہیں۔میں یہ بات نہیں جانتا تاہم میں یہ بات محسوس کر رہا ہوں کہ اُس کی شعری ریاضت اُس سے جلد ہی نعتیہ نظمیں کہلوالے گی۔اُس کا مصرع اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ نعتیہ نظموں کے ایک شاعر کا ورود ہونے والا ہے۔اچانک پن، حیرانی اور تمثیلی کیفیات کے حامل چند اشعار دیکھیں:

جن راستوں پہ چلتے رہے ہیں رسولِ پاک
اُن پر فقیر جسم سے چھاؤں بناؤں میں

☆

گنبدِ سبز کو دیکھوں تو نظر آتی ہے لو
مڑ کے دیکھوں تو مجھے صرف دھواں دکھتا ہے

☆

انہی دنوں کا ہے پھیلاؤ جو ہے حسنِ زماں
فلک نے دیکھے تریسٹھ برس کمال کے دن

☆

تو سچ بتا کہ مدینہ سے ہو کے آیا ہے
تری جبیں پہ ستارہ دکھائی دیتا ہے

☆

غزل سے نعت کی جانب سفر کچھ ایسا ہے
میں بُت بناتا تھا اب زندگی بناتا ہوں

الیاس بابر اعوان کا فنی سفر ابھی ارتقا میں ہے۔ یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ اُس نے آغاز میں اپنے لیے ایک ایسا روشن راستہ چن لیا جس پر چل کر اُس کا فن کبھی تاریک نہیں ہوگا۔ اُسے نعت کے راستے پر ابھی بہت آگے جانا ہے۔ راستے کا پہلا پڑاؤ اُس کے خوش گوار سفر کی نوید دیتا ہے۔

کاشف عرفان

اسلام آباد

۲۴ر اکتوبر ۲۰۲۰ء

•••

☆

الیاس بابر اعوان شاعری کی لسانی تشکیلات میں نہ صرف روایتی جمالیات کو مدِ نظر رکھتے ہیں بلکہ نعت کے ساتھ اپنے تعلق میں بھی ایک خاص فکر اور اپنی نظریاتی وابستگی نبھاتے ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے مدحت کدہ میں ایک تو لفظ اور معنی کے درمیان عقیدت ہے اور اس کے ساتھ نعت کا شعری اُسلوب جو نہ صرف الیاس بابر اعوان کی بے لوث مذہبی ریاضت ہے بلکہ ان کی تخلیقی موضوعیت کا عکاس بھی ہے۔ اپنی غزلیہ اور نظمیہ شاعری سے نعتیہ شاعری تک کا سفر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ردِ تشکیل سے نو تشکیل یا جدید اور مابعد جدید ثقافتی صورت میں معنی کی تلاش میں اپنے اصل کی طرف پلٹے ہوں۔ جہاں اِس کائنات میں زندگی کی بے معنویت کی نفی اور لایعنیت کا پُر کیف انکار بھی ہے وہیں ایک خاص کیفیت دکھائی دیتی ہے جسے نعتیہ سرشاری کہا جا سکتا ہے جو الیاس کے تخلیقی وفور میں اہم کردار ادا کرتی ہے:

غزل سے نعت کی جانب سفر کچھ ایسا ہے
میں بُت بناتا تھا، اب زندگی بناتا ہوں

ڈاکٹر فرخ ندیم

شعبہِ انگریزی

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد

◆◆◆

☆

کسی بھی صنفِ سخن میں امکانات کے نئے دَر فکرِ نو کے تخلیقی شعور ہی سے وَا ہوتے ہی جو ایک طرف تو حال ہی کے شعری سرمائے کو باوقار بنا رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف مستقبل کی قدریں بھی مستحکم کر رہے ہیں۔ عہدِ موجود نعت کے حوالے سے بہت ثروت مند ہو رہا ہے کہ اِس صنف کے روایتی اَسالیب میں نئے اور جدید لہجے کا بانکپن غیر محسوس طریقے سے نمو پذیر ہو رہا ہے۔ جدید غزل کی مشقِ سخن سے فن کی آبیاری کرنے والے بہت سے نوجوان اپنے تازہ فکری سرمائے سے نعت کے نئے آفاق روشن کرتے چلے جا رہے ہیں۔ الیاس بابر اعوان اِسی حلقے کی ایک توانا اور خوش سخن آواز ہیں۔ مغربی شعر و ادب کے مطالعے نے ان کے شعری تجربات اور تخیلاتی کینوس کو نئی رُتوں سے روشناس کرایا ہے۔ شعائرِ دینیہ سے گہرا لگاؤ، غزل کے ساتھ مضبوط رشتہ، انگریزی زبان و بیان پر دست رس اور تحقیق و تنقید کے جدید رجحانات سے دل چسپی نے اُن کی نعت میں بہت سے دل کش اور حسین رنگ اُبھارے ہیں، جہاں جا بہ جا جلوۂ دانشِ فرنگ کے سفر پر نکلے مسافر کی آنکھوں میں خاکِ مدینہ و نجف کا سُرما لگا محسوس ہو رہا ہے جس میں ذرا سی بے احتیاطی مدح کو قدح کے دائرے میں داخل کر سکتی ہے۔ اِن اشعار میں دیکھیے اُسلوب کی دل کشی بھی موجزن ہے، اظہار کی معنوی لطافتیں بھی جلوہ افروز ہیں اور زبان و بیان کی تازگی و رعنائی بھی عکس ریز ہے:

صاف دِکھتا ہے درِ آقا پہ بیٹھا ہوا شخص
کیفیت کی کہیں تصویر بنا لی جائے

☆

نعت پڑھتے ہوئے اِک حجرے میں آ جاتا ہوں
جس کی کھڑکی سے پسِ کون و مکاں دِکھتا ہے

☆

غزل سے نعت کی جانب سفر کچھ ایسا ہے
میں بُت بناتا تھا اب زندگی بناتا ہوں

الیاس بابر اعوان کے ہاں نعت کا ذوق، غزل کی مشق اور مغربی شعر و ادب کے مطالعے کی یک جائی نے نعت کے ایسے ہی جمال آمیز نقش اُجاگر کیے ہیں جنھیں جدید نعت کے مطالعے میں فخر سے رکھا جا سکتا ہے۔

سرور حُسین نقشبندی

مدیرِ مدحت و چیئرمین نعت فورم

•••

نعتیں

R

شکستگی کا مرے دل سے خوف جانے لگا
میں زخم خوردہ مدینے میں مسکرانے لگا

رسولِ پاک کی محفل کا سوچتے ہوئے میں
متاعِ اشک سے کاغذ پہ دل بنانے لگا

لبوں پہ آ کے مِرے حرف ٹوٹ جاتے تھے
پھر ایک روز مجھے راستہ بلانے لگا

درود پڑھتے ہوئے دل میں ایک شاخ بنی
اور اِک پرندہ یہاں گھونسلہ بنانے لگا

بدلنے والی تھیں دریائے خشک میں آنکھیں
درود پڑھ کے میں پھر نیکیاں بہانے لگا

حضورِ پاک کی سیرت کا ذکر کرتے ہوئے
بھٹکنے والوں کو میں راستہ دکھانے لگا

R

یادِ طیبہ آ گئی پنجرے میں بہلانے مجھے
میں پروں کو دیکھتا ہوں اور دیوانے مجھے

میں نبی کی سبز رحمت کی طرف چلنے لگا
راستہ دینے لگے محفل میں پروانے مجھے

ہر قدم پر شہرِ طیبہ کی طرف بڑھتا ہوں میں
کیفیت دل کی نہیں دیتی ہے گھبرانے مجھے

مجھ پہ یہ جود و کرم تھا عشقِ سرور کے طفیل
اپنوں کے جیسے ملے طیبہ میں بیگانے مجھے

میں پسِ دیوار بیٹھا قافلوں کو سوچتا
اور اِک دن آ گئے گھر ساتھ لے جانے مجھے

نعت پڑھتا ہوں تو مجھ پر پھول کھلتے ہیں سو میں
ڈھونڈتا رہتا ہوں ویرانے تو ویرانے مجھے

اشک پلکوں سے ابھی دہلیز تک پہنچا نہ تھا
اور لبالب بھر گئے رحمت کے پیمانے مجھے

R

دل کے شیشے پہ پڑی گرد ہٹا لی جائے
راستہ بنتے ہی طیبہ یہ سوالی جائے

صرف آقا کی محبت ہی بچے گی باقی
کارِ بے کار سے گر جان چھڑا لی جائے

یہ مدینہ کے گلی کوچوں میں پھرتا رہے گا
دل کے اطراف سے زنجیر ہٹا لی جائے

صاف دِکھتا ہے درِ آقا پہ بیٹھا ہوا شخص
کیفیت کی کہیں تصویر بنا لی جائے

کیوں نہ پھر راستہ تاروں سے مدینہ کا سجے
آنکھ میں اشک کی تنویر سجا لی جائے

R

سبھی جہانوں پہ پھیلی ہے اُس دیار کی چُپ
کلام کرتی نہیں یوں ہی ایک غار کی چُپ

پھر ایک روز اُن آنکھوں نے اُن کو ختم کیا
لکھی ہوئی تھی جبینوں پہ انتظار کی چُپ

بتا رہی ہیں یہاں سے حضور گزرے ہیں
درود پڑھتی ہوا اور رہ گزار کی چُپ

ہر ایک سمت پہ تحریر ہے ثنائے رسول
کلام کرتی ہے طیبہ کے ہر سوار کی چُپ

R

سب کو معلوم کہاں دیدہِ نم کی قیمت
صرف آقا ہی عطا کرتے ہیں غم کی قیمت

اے مِرے سائے پس انداز نہ ہوگا تِرا دُکھ
اِتنی مل جائے گی دو چار قدم کی قیمت

گود سے گور تلک علم کی تحصیل کا حکم
اور بتلا دی ہمیں لوح و قلم کی قیمت

نعت پڑھتا ہوں تو ہر رستہ کھُلا ملتا ہے
عمر بھر ملتی رہی میرے بھرم کی قیمت

R

قدم زمیں پہ، فلک پر قیام ہوتا ہے
کہ نعت خوانوں کا کچھ ایسا نام ہوتا ہے

فرشتے یوں ہی نہیں محفلوں میں آتے ہیں
درود پڑھنے سے یہ اہتمام ہوتا ہے

کچھ ایسا لگتا ہے جنت میں گھوم پھر رہے ہیں
مدینہ پاک میں وہ انتظام ہوتا ہے

یہاں پہ اشکِ ندامت چراغ بنتے ہیں
یہاں سکوت سپردِ کلام ہوتا ہے

یہ کائنات توازن شعار یوں ہی نہیں
ہر اعتدال پہ آقا کا نام ہوتا ہے

کسی کسی کو ہے ملتا صراطِ حبِ رسول
خدائے پاک کا اپنا نظام ہوتا ہے

R

سفر کٹھن تھا سو اِس کی خوشی زیادہ ہے
کہ یوں بھی درد کی کچھ زندگی زیادہ ہے

میں صرف رو ہی سکوں گا درِ رسول کے پاس
میں کیا کروں مجھے شرمندگی زیادہ ہے

سبھی جہان یہاں گھومتے ہوئے ملیں گے
سبھی جہانوں سے اُن کی گلی زیادہ ہے

وہ جانتے ہیں کسے کس طرح نوازنا ہے
مری کہی میں تبھی ان کہی زیادہ ہے

ہمارے گھر میں بھلے مال و زر زیادہ نہیں
خدا کا شکر ہے عشقِ نبی زیادہ ہے

R

ٹُوٹا ہُوا دل، دیدۂ حیران وغیرہ
طیبہ میں چلا لے کے یہ سامان وغیرہ

اِک نامہ مرے نام کا ہے، کھول رہا ہوں
قائم رہیں اللہ یہ اوسان وغیرہ

جب تک نہ جڑیں ختمِ نبوت میں ہُوں اِس کی
بے کار گنا جاتا ہے ایمان وغیرہ

بدلے میں انہیں طیبہ کا پروانہ عطا ہو
احباب کے ہیں مجھ پہ جو احسان وغیرہ

یہ کم ہے کہ تم نعتِ نبی کہنے لگے ہو
دنیا میں بہت لوگ ہیں اعوان وغیرہ

R

اُن سے جُڑتے ہیں جو، ناکام نہیں ہوتے ہیں
بس منافق پہ یہ انعام نہیں ہوتے ہیں

دہر کا کیا ہے یہ بے مایہ سمجھ لے ہم کو
عشق والے کبھی نیلام نہیں ہوتے ہیں

آپ کے عشق میں رو لیتے ہیں تنہائی میں
سارے اظہار سرِ عام نہیں ہوتے ہیں

نعت کا حرف انہیں زندہ کیے رکھتا ہے
مر بھی جائیں تو یہ بے نام نہیں ہوتے ہیں

اشک آنکھوں سے نکلتے ہیں مدینہ کی طرف
یہ پرندے ہیں مگر عام نہیں ہوتے ہیں

نعت پڑھتے ہوئے لمحوں میں کیے دیتا ہوں
مجھ سے محنت سے بھی جو کام نہیں ہوتے ہیں

R

مدینہ جاؤں گا میں ، استخارا نہیں کروں گا
میں کامیاب سفر سے کنارا نہیں کروں گا

بہت سے لوگ مِرا حال پوچھنے لگے ہیں
سوائے آپ کے دل آشکارا نہیں کروں گا

بھلے نصیب کے لوگوں کو ملتی ہے یہ موج
بہا لے جائے کہیں ، میں کنارا نہیں کروں گا

میں دے کے جاؤں گا بچوں کو عشق ونعتِ رسول
سو اپنے بعد انہیں بے سہارا نہیں کروں گا

رسولِ پاک کو اِک بار دیکھنا ہے مجھے
میں کیسے کہہ دوں یہ عرضی دوبارا نہیں کروں گا

R

سفید روشنی ہے اور سبز دیکھتا ہوں
میں کائنات کی ہر پور سبز دیکھتا ہوں

نظر میں جب سے بسا ہے مدینہ پاک کا رنگ
کراچی ہو کہ ہو لاہور سبز دیکھتا ہوں

یہ عشق گنبدِ خضریٰ کی سبز چادر ہے
میں اس کو اوڑھ کے ہر دور سبز دیکھتا ہوں

یہ چاند تارے یہ سورج سفید دکھتے ہیں
کروں ذرا سا اگر غور سبز دیکھتا ہوں

حضور چھوتے تھے جو زرد، سبز ہو جاتا
حرا سے لے کے پسِ ثور سبز دیکھتا ہوں

یہ سارے رنگ ہی توسیعِ سبز ہیں مرے دوست
مگر جو سبز ہے میں اور سبز دیکھتا ہوں

ہمیشہ جیب میں رکھتا ہوں عکسِ گنبدِ پاک
نگاہ بھٹکے تو فی الفور سبز دیکھتا ہوں

R

صرف اُس جادۂ رحمت کے مَیاں دِکھتا ہے
ورنہ ہر دیکھنے والے کو کہاں دِکھتا ہے

نعت پڑھتے ہوئے اِک حجرے میں آ جاتا ہوں
جس کی کھڑکی سے پسِ کون و مکاں دِکھتا ہے

گنبدِ سبز کو دیکھوں تو نظر آتی ہے لَو
مُڑ کے دیکھوں تو مجھے صرف دھواں دِکھتا ہے

بعض نکتے کسی نسبت سے سمجھ آتے ہیں
کچھ چراغوں میں مجھے آبِ رواں دِکھتا ہے

نُدرتِ خانۂ ہستی! مجھے ہر رازِ نہاں
نسبتِ اسمِ محمد سے عیاں دِکھتا ہے

R

ہماری آنکھوں نے پھر نم کو الوداع کہا
مدینہ پہنچے تو ہر غم کو الوداع کہا

درِ رسول پہ جا کر اِسے رہائی ملی
مقامِ وصل تھا جب دم کو الوداع کہا

خوش آمدید کہا پھر ہوائے طیبہ نے
جہاں سے دوستوں نے ہم کو الوداع کہا

مدینہ پاک کی ہر ہر گلی پھرا یہ فقیر
خوشی کے پھول چنے غم کو الوداع کہا

نبی کی بات سنی اور نبی کی بات پڑھی
تو اپنے لہجے کے ہر خم کو الوداع کہا

R

گھٹنے لگتی ہے تو سرکار بڑھا دیتے ہیں
لو چراغوں کی لگاتار بڑھا دیتے ہیں

کس قدر حسنِ عنایت ہے مرے آقا کا
کہ ضرورت سے بھی دو چار بڑھا دیتے ہیں

دھوپ میں بیٹھے فقیروں کی خبر ہے ان کو
دور تک سایۂ دیوار بڑھا دیتے ہیں

آپ کے رحم کی تقسیم بڑھی جاتی ہے
لوگ جب گرمیِ بازار بڑھا دیتے ہیں

یہ محبت بھی نبی پاک سے سیکھی ہوئی ہے
ظلم بڑھتا ہے تو ہم پیار بڑھا دیتے ہیں

R

دھڑکن کو دف تو سانس کو نغمہ بناؤں میں
پلکیں بچھا کے آپ کا رستہ بناؤں میں

ایسا ہو رب کے روبرو مدحِ نبی کروں
اور اپنے دل کو نعت کا گوشہ بناؤں میں

نعتیں پڑھوں تو سینوں میں جلنے لگیں چراغ
شب میں بھی ایسا دن سا اُجالا بناؤں میں

میں کس جگہ ہوں لوگ یہ خوشبو سے جان لیں
محفل میں جب بھی آپ سا لہجہ بناؤں میں

دیکھوں جو آپ کو تو نہ پلکیں جھپک سکوں
آنکھوں کو ایسے حسنِ قرینہ بناؤں میں

جب سے بنی ہے سیرتِ آقا مرا نصاب
جتنے بھی غیر تھے انہیں اپنا بناؤں میں

رب کچھ بنانے کا مجھے گر اختیار دے
بابر کے دل کو شہرِ مدینہ بناؤں میں

R

اِدھر اُدھر تو کئی راستے بنے ہوئے ہیں
جو آپ کے ہیں وہ بس آپ کے بنے ہوئے ہیں

خدا کی دین ہے ہاتھوں پہ کس کے کیا لکھ دے
کہیں لکیریں کہیں قافلے بنے ہوئے ہیں

دکھائی دیتا ہے شفاف ان میں عشقِ رسول
ہمارے چہروں پہ جو آئنے بنے ہوئے ہیں

یہاں پہ حکم ہے آوازیں پست رکھنے کا
نبی سے عشق کے سب قاعدے بنے ہوئے ہیں

اگر پکار لیں وہ تو یہ دو قدم بھی نہیں
ہزاروں میل کے جو فاصلے بنے ہوئے ہیں

فروزاں رہتا ہے ان میں چراغِ حبِ نبی
ہمارے سینوں میں جو طاقچے بنے ہوئے ہیں

R

میں پہلے ان کو درود و سلام پیش کیا
پھر اس کے بعد غلامی کو نام پیش کیا

درِ رسول کی مجھ کو گدائی سے کم ہے
زمانے والوں نے جتنا مقام پیش کیا

بس اتنا کہنا تھا میں جا رہا ہوں طیبہ کو
اِک ایک ذرّے نے مجھ کو سلام پیش کیا

نیا نکور ملا خاک سار کو واپس
جب ان کے در پہ دلِ خستہ فام پیش کیا

کسی نے پوچھا قیامت کے واسطے کچھ ہے
میں اس کے سامنے اپنا کلام پیش کیا

R

سلسلہ مہرِ ضیا بار سے جُڑ جاتا ہے
میں بھٹکتا ہوں تو دل تار سے جُڑ جاتا ہے

آپ سے حسنِ تعلق کا ہے ایسا اعجاز
آئنہ صحبتِ کردار سے جُڑ جاتا ہے

خواب میں گھومتا رہتا ہوں مدینہ کے دروں
ہر قدم دل کسی دیوار سے جُڑ جاتا ہے

دور سے انجمِ تاباں کا گماں ہوتا ہے
اشک جو روضۂ انوار سے جُڑ جاتا ہے

باغِ ہستی میں میسر ہو جہاں محفلِ نعت
دل اُسی شاخِ گہر بار سے جُڑ جاتا ہے

R

اشکوں میں اپنے عشق کا صندل ملاؤں میں
پھر اس کے بعد آپ کی نعتیں سناؤں میں

اِک خواب کے دروں کسی غزوے میں ہوں شریک
دشمن سے لڑتے لڑتے یہیں مارا جاؤں میں

کچھ اور زادِ رہ کے علاوہ تو ہے نہیں
لوگ اپنا پاسپورٹ تو یہ دل دکھاؤں میں

طیبہ کے ان پرندوں کی نسبت تو دیکھیے
بس میں ہو تو بہشت کا دانہ کھلاؤں میں

جن راستوں پہ چلتے رہے ہیں مرے حضور
کُچھ لے کے اُن کی خاک، ستارے بناؤں میں

R

تڑخ گیا ہے تو کیا پھر نیا بنا دیں گے
بس ایک دل ہی تو ہے دوسرا بنا دیں گے

حضورِ نور کی محفل میں آگیا ہے تو دیکھ
جدھر بھی دیکھیں گے وہ راستہ بنا دیں گے

دعا میں مانگ رہا ہوں میں بادشاہی کا ذوق
مجھے بھی سوہنے نبی کا گدا بنادیں گے!

وہ آنکھ کارِ رفو کرتی ہے مزاجوں کا
حضور خستہ دلی کو دوا بنا دیں گے

چلو سمیٹ کے یہ کرچیاں حضور کے پاس
وہ مسکرائیں گے پھر آئنہ بنا دیں گے

R

آنکھوں میں بسا ہے رُخِ زیبائے محمد
اور دل سے قریں صورتِ رعنائے محمد

دیتی ہے رہائی مجھے دنیا کے غموں سے
یا رب مجھے دے اور تمنائے محمد

توحید کی ہر لے پہ دھڑکتا ہے مرا دل
اور دل سے لگاتار صدا آئے، محمد

کیا اس میں جگہ پائے گی دنیا کی محبت
جس قلب کی وسعت میں سما جائے محمد

یہ چاند ستارے تو فقط گردِ سفر ہیں
منزل ہے مری نقشِ کفِ پائے محمد

R

عشقِ نبی نمو کا قرینہ ہے میرے دوست
دل کیوں نہ سبز ہو یہ مدینہ ہے میرے دوست

ہر سانس بڑھتے جاتے ہیں اس کے اثاثہ جات
سینے میں موج زن جو خزینہ ہے میرے دوست

آ بیٹھ، لے کے جاؤں میں تجھ کو انہی کے پاس
یہ کائنات جن کا سفینہ ہے میرے دوست

جتنے بھی پھول ہیں اِنہیں نسبت اُنہیں سے ہے
خوشبو سے بڑھ کے ان کا پسینہ ہے میرے دوست

ورنہ یہ زندگی ہے فقط مرگِ ناگہاں
عشقِ نبی میں جینا ہی جینا ہے میرے دوست

R

جہاں کی شاموں سے صبحیں بنائی جاتی ہیں
وہاں پہ چہروں پہ آنکھیں بنائی جاتی ہیں

نبی کے عشق کا دعویٰ ہو تو دلوں کے دروں
رکاوٹیں نہیں راہیں بنائی جاتی ہیں

درود جتنا پڑھے گا قریب ہو گا وہی
یہاں پہ عشق کی شاخیں بنائی جاتی ہیں

درِ رسول سے سب لوٹتے ہیں بن کر پھول
وہاں خزائیں، بہاریں بنائی جاتی ہیں

ہمارے لفظ بھی ہو جاتے ہیں قبول وہاں
مگر جو اشکوں سے نعتیں بنائی جاتی ہیں

R

خیمہ، چراغ، تیغ، صحیفہ ملا کے دیکھ
عشقِ نبی ہے کیا ذرا کربل میں جا کے دیکھ

آقا کے نام پر نہیں دھڑکا، تو بولنا
نیزے سے ریت پر تُو مرا دل بنا کے دیکھ

ختم الرُسل عقیدہ بھی ہے اور چراغ بھی
کتنوں کے چہرے ہیں ہی نہیں تُو جلا کے دیکھ

نسبت رسولِ پاک سے اور گھر علیؓ کا ہے
کس کا لہو ہے مجھ میں کبھی آزما کے دیکھ

اُتریں گے آسماں سے مَلک دیکھنے تجھے
میرے نبی کے جیسا کبھی مسکرا کے دیکھ

R

حضور ہم پہ کٹھن ہو گئے وبال کے دن
کرم سے آپ کے آئیں اب اندمال کے دن

میں کیا کہوں کہ مرے پاس لفظ تک نہیں ہیں
عیاں ہیں آپ پہ سب مجھ سے خستہ حال کے دن

بس ایک اسمِ محمد کی ضوفشانی سے
شبیں چراغ بنیں، روشنی خیال کے دن

انہی دنوں کا ہے پھیلاؤ جو ہے حسنِ زماں
فلک نے دیکھے تریسٹھ برس کمال کے دن

یہ رات بھی سفرِ طیبہ پر نکل پڑی ہے
اُٹھائے پھرتی ہے، شانوں پہ اپنے ڈال کے دن

چلو سجاتے ہیں محفل درودِ پاک کی دوست
صفِ عروج میں آجائیں گے زوال کے دن

R

نبی کی یاد سے ہم نے یہ دل آباد رکھا
سبھی کے کام آئے اور سبھی کو شاد رکھا

ہمیں اعزاز ہے اُن کی غلامی دنیا والو
ہمیں تو اِک اسی زنجیر نے آزاد رکھا

اب ایسا ہے، ستارے دیکھنے آتے ہیں اِن کو
ہمیشہ پلکوں پہ آقا کا ہر ارشاد رکھا

سلام اُن پر درود اُن پر یہ ہم جو بھیجتے ہیں
خدا نے خُود ہی آقا کا ہے یہ میلاد رکھا

R

ستارے جُڑنے سے جن کا گھرانہ بنتا ہے
اُنہیں کے واسطے ہر اک زمانہ بنتا ہے

ہماری مائیں ہمیں لوری میں سناتی ہیں
درودِ پاک کا دل آشیانہ بنتا ہے

نبی کے عشق کی قیمت فلک پہ لگتی ہے
اِک ایک اشک جہاں پر خزانہ بنتا ہے

درِ رسول سے فرمان جاری ہوتے ہیں
سفر کا یوں ہی نہیں تانا بانا بنتا ہے

سنہری جالیاں جی بھر کے دیکھ لوں، لیکن
گناہ گار کا نظریں جھکانا بنتا ہے

میں نعت لکھ تو رہا ہوں مگر یہی سچ ہے
کہ اس کا خاکہ کہیں غائبانہ بنتا ہے

R

مر بھی جاؤں گا تو تصویر سلامت رہے گی
نعت ، طیبہ کی ہے جاگیر سلامت رہے گی

ہم رہیں یا نہ رہیں مدح سرا خود ہے خدا
مرے سرکار کی توقیر سلامت رہے گی

یہ مدینے کا سفر ہے یہ وفا مانگتا ہے
پاؤں مر جائیں گے ، زنجیر سلامت رہے گی

نعت والوں سے مرا ملنا ملانا رہے گا
عمر بھر سنتِ تطہیر سلامت رہے گی

عمر بھر لکھتا رہوں گا میں مدینہ کا فراق
قبر تک ہجر کی تاثیر سلامت رہے گی

نعت خوانوں کا بآسانی پتا چلتا ہے
ان جبینوں پہ یہ تنویر سلامت رہے گی

R

پلک سے گرتے ہی آنسو ستارا ہو جائے
درِ رسول پہ کیونکر خسارا ہو جائے

ہمارا حلقۂِ احباب دیکھ لیجیے گا
جو ان کا ذکر کرے وہ ہمارا ہو جائے

پرندگانِ مدینہ یہ دھڑکنیں لے جائیں
ہمارے سینے پہ ان کا اجارا ہو جائے

میں تین سمتوں سے مایوس ہو کے بیٹھا ہوں
اور ایک سمت سے ان کا اشارا ہو جائے

درِ رسول پہ اِک نعت پڑھنا چاہتا ہوں
اور اس سے قبل کہ دل پارا پارا ہو جائے

نبی پاک کی سنت سجا لے چہرے پر
تُو چاہتا ہے اگر اور پیارا ہو جائے

R

خوابِ طیبہ صاحبِ تعبیر کا طالب ہنوز
طائرِ آزاد مَیں، زنجیر کا طالب ہنوز

دل کہ پروانہ ہے لیکن عازمِ طیبہ بھی ہے
کاغذِ سادہ پہ ہے تحریر کا طالب ہنوز

میں نے دیکھا روضۂ انور پہ ہُوں عرضی گزار
خواب یہ ہے لذتِ تعبیر کا طالب ہنوز

جانتا ہوں اِک نظر کا فیض جو ہے بے مثال
میں چراغِ خستہ ہُوں تنویر کا طالب ہنوز

آمد و رفتِ تنفس سے سوا بھی اِس میں ہے
پارۂ جاں نکہتِ تفسیر کا طالب ہنوز

ایک جھونکا آئے شہرِ طیبہ سے سِل جائیں زخم
سینۂ صد چاک ہے تاثیر کا طالب ہنوز

R

درونِ خواب مدینہ دکھائی دیتا ہے
تو مجھ کو پہلے سے اچھا دکھائی دیتا ہے

کھلے ہوں جن پہ معانی نبی کی نسبت کے
انہیں بھنور میں کنارا دکھائی دیتا ہے

کہیں بھی ذکرِ مدینہ سنائی دے مجھ کو
تو اپنا آپ پرندہ دکھائی دیتا ہے

یقیناً آپ مدینہ سے ہو کے آئے ہیں
تبھی جبیں پہ ستارہ دکھائی دیتا ہے

وہیں قطار بنا کرتی ہے غلاموں کی
جہاں پہ بانٹنے والا دکھائی دیتا ہے

R

یہ شانِ مصطفیٰ ہے ذرا سا سنبھل کے دیکھ
دل کا مقام آنکھوں سے اپنی بدل کے دیکھ

وہ دیکھ صاف دِکھتے ہیں عشاق کے علَم
تاریخ کھول اور سفینے اجل کے دیکھ

پھر دیکھ کس طرح سے سمٹتے ہیں فاصلے
کوئے مدینہ ایک قدم ہی تُو چل کے دیکھ

رستہ وہی درست جو لے جائے آپ تک
رستہ درست دیکھ، نہ دفترِ عمل کے دیکھ

چہرے پہ کیسے نور کا موسم اُترتا ہے
بس ایک بار خاکِ مدینہ کو مل کے دیکھ

R

دیے بناتا تھا اب روشنی بناتا ہوں
میں اپنے ہونٹوں پہ ذکرِ نبی بناتا ہوں

غزل سے نعت کی جانب سفر کچھ ایسا ہے
میں بت بناتا تھا اب زندگی بناتا ہوں

بنائی جب بھی ہے کاغذ پہ اپنے دل کی شبیہ
مدینہ والوں کی ہمسائیگی بناتا ہوں

میں جب بھی نقشہ بناتا ہوں اس محبت کا
ہمیشہ شہر کی گلیاں کھلی بناتا ہوں

بتانا چاہوں اگر ، کائنات کیا شے ہے
رسولِ پاک کے گھر کی گلی بناتا ہوں

R

آپ کے حُسنِ تبسم پہ فدا ہو جاتا
آپ سے عشق کا انعام عطا ہو جاتا

اشک ہوتا کسی عاشق کی پلک پر اور پھر
ایک دن فرطِ محبت سے ادا ہو جاتا

اتنی خیرات مجھے ملتی نبی کے در سے
خلعتِ شاہی کو ٹھکرا کے گدا ہو جاتا

لوگ پہچانتے پھر پاسِ اَدَب سے مجھ کو
اتنا خاموش میں ہوتا کہ صدا ہو جاتا

اِس پہ اُس حُسنِ مکمل کی تجلی ہوتی
مجھ پہ ہوتا، مرا دل غارِ حرا ہو جاتا

R

مثال ہے ہی نہیں ، بے مثال لکھ رہا ہوں
نبی کی ذات کو حُسنِ کمال لکھ رہا ہوں

بظاہر اشک مرے گر رہے ہیں کاغذ پر
یہ موجِ گریہ نہیں ، عرضِ حال لکھ رہا ہوں

جڑی ہوئی ہے مدینہ کی سبز یاد ان سے
سفر کے زخم نمِ اندمال لکھ رہا ہوں

چراغ، چاند، ستارے اور آفتاب کی لو
ملا کے ان کو، نبی کا جمال لکھ رہا ہوں

جو چھوٹی چھوٹی تمناؤں کا بتا رہے ہیں
میں ان کے واسطے عشقِ بلالؓ لکھ رہا ہوں

تمہارا جی بھی وہیں پر قیام کرنے کا ہے
ہوائے طیبہ تمہیں ہم خیال لکھ رہا ہوں

R

اِک خواہشِ فزوں مرا رختِ سفر ہے بس
''بعد از خدا'' مجھے تو محمد کا دَر ہے بس

دنیا بھی اس لحاظ سے مجھ کو پسند ہے
اس پر مرے خدا مرے آقا کا گھر ہے بس

جو چند لوگ آپ کی کملی میں آ گئے
باقی بسیطِ ارض پہ باغِ بشر ہے بس

پھر کیوں نہ ان کو ذکرِ نبی سے بڑھایئے
سانسوں کے ارتکاز کو ہونا اگر ہے بس

ہاں اتنا ہے کہ پھول پروتا ہے نعت میں
باقی معاملات میں دل بے ہنر ہے بس

R

درِ رسول سے مجھ کو رسد ملے گی ناں!
مرے کلام کو ان کی سند ملے گی ناں!

مرے گناہ کچھ ایسے ہیں حق تو بنتا نہیں
بقیع میں مجھے پھر بھی لحد ملے گی ناں!

حضورِ پاک کے مدحت کدے کی لو کے طفیل
میں جب مروں گا تو مجھ کو مدد ملے گی ناں!

ابھی تو خواب ہے طیبہ کی خاکِ نور کا رنگ
مری نظر سے مدینہ کی حد ملے گی ناں!

R

ہر اِک جہاں پہ یہی سائبانِ رحمت ہے
حضور آپ کا اُسوہ جہانِ رحمت ہے

کسی کو بھی نہیں محتاجِ التجا دیکھا
سبھی کے سینوں کی دھڑکن ہی جانِ رحمت ہے

خود آ کے ملتا ہے منزل کا راستہ مجھ سے
کہ یہ فقیر فقط سارِبانِ رحمت ہے

مشامِ جان پہ پھل پھول لگنے لگتے ہیں
کہ حرفِ نعت ہمیں باغبانِ رحمت ہے

میں اِس کو پڑھتے ہوئے کامیاب ہوتا ہوں
درودِ پاک مجھے ارمغانِ رحمت ہے

R

ہر راہِ خدا کو ہم کو مدینے سے ملی ہے
منزل ہے کہ خود آ کے سفینے سے ملی ہے

پھر کیوں نہ اسے سیرتِ آقا سے سجائیں
دنیا ہمیں سنت کے خزینے سے ملی ہے

ہر رنگ جو موجود و میسر ہے انہی کا
ہر خوشبو ہمیں ان کے پسینے سے ملی ہے

یہ روشنی انعامِ قدم بوسی ہے اس کو
ہر کاہکشاں آپ کے زینے سے ملی ہے

اے کاش قیامت میں یہ بخشش کا سبب ہو
اِک نعت جو الیاس کے سینے سے ملی ہے

R

متاع و مال نہ نام و نسب کا پانی پیا
خدا کا شکر کہ شاہِ عرب کا پانی پیا

دیارِ شہرِ مدینہ پہ آ کے پیاس بجھی
ہماری آنکھ نے فرطِ ادب کا پانی پیا

جھٹک دیے یونہی سب جام بے پیے ہم نے
درِ رسول سے اپنی طلب کا پانی پیا

ہمارے گھر میں تھی کچھ نعت خوانوں کی دعوت
گلاس اکٹھے کیے اور سب کا پانی پیا

رسولِ پاک کو دیکھوں تو دیکھتا ہی رہوں
مجھے نہ یاد رہے میں نے کب کا پانی پیا

R

یہ جو دیواریں ہیں ان میں سے ہی رستے بنیں گے
آپ دیکھیں گے تو ہم دیکھنے والے بنیں گے

شب گزیدوں کو خبر ہی نہیں نسبت کی عطا
نعت پڑھ لیں تو اندھیرے بھی اُجالے بنیں گے

میں بناتا ہوں تو بنتے ہیں مرے سینے پہ زخم
وہ بنائیں گے تو سب پھولوں کے چہرے بنیں گے

آپ کے سامنے رو دُوں گا ، رہوں گا خاموش
مرے سب عیب مری پلکوں پہ تارے بنیں گے

نعت کو باقی ادب سے میں الگ رکھتا ہوں
جانتا ہوں کہ یہی لفظ خزینے بنیں گے

R

وقت ہے سب آپ کا سارے زمانے آپ کے
لمحہ لمحہ گاتا جاتا ہے ترانے آپ کے

دامنِ خستہ میں رکھی ہے اطاعت آپ کی
ہم نے جتنے حکم مانے صرف مانے آپ کے

عشق کی تفسیر کا یاں سلسلہ ہے مختلف
ہوش والے ہیں حقیقت میں دِوانے آپ کے

باغ کی معجز نمائی لے کے آیا ہوں حضور
تارِ نکہت پر پروئے ہیں ترانے آپ کے

ترکہِ تاریخ میں بس دو ہی تو مضمون ہیں
دشمنوں کی نفرتیں اور دِل ملانے آپ کے

سارا عالم خوشبوئے تازہ سے پیہم بھر گیا
پاؤں چومے جس گھڑی بادِ صبا نے آپ کے

R

دو جہانوں میں بڑا نام ملا کرتا ہے
نعت والوں کو یہ انعام ملا کرتا ہے

ذکر کے پھول اکٹھے ہی نہیں ہو پاتے
کرنے والوں کو بڑا کام ملا کرتا ہے

ہم یہاں محفلِ سرکار سجاتے ہیں میاں
چاند خود آ کے لبِ بام ملا کرتا ہے

نعت توفیقِ خداوندی ہے لیکن کچھ لوگ
جن کو سرکار کا پیغام ملا کرتا ہے

خاص دل ہوتے ہیں جو رب نے چنے ہوتے ہیں
عشقِ سرور ہے، کہاں عام ملا کرتا ہے

سانس جب ڈوب رہا ہو تو کوئی یہ کہہ دے
نعت والوں میں ترا نام ملا کرتا ہے

R

دلوں میں کیف ہے ہونٹوں پہ آبشارِ درود
دُکھوں کو روکے ہوئے رکھتا ہے حصارِ درود

ہمیں تو ماں نے سکھایا تھا پھول چننے کا فن
ہمارے گھر میں ہمیشہ سے ہے بہارِ درود

ہر اِک کو مصرعِ ثانی سمجھ نہ آئے گا
یہ کائنات حقیقت میں ہے دیارِ درود

سبھی کا مرکز و محور ہے ذاتِ پاکِ نبی
بہشت بھی نظر آئی مجھے جوارِ درود

سب ایک دوجے کے دیوار و در بنے ہوئے ہیں
پروئے رکھتا ہے عشاق کو یہ تارِ درود

بروزِ حشر مِرا اِس طرح تعارف ہو
حضور ایک نظر، یہ ہے جاں نثارِ درود

R

ایک ہی خواب ہے اے کاش پذیرائی ہو
گنبدِ سبز ہو اور چشمِ تمنائی ہو

اِک خیالِ تروتازہ ہے فروزاں دل میں
اُن کی بستی میں رہوں اور سخن آرائی ہو

اور پھر یوں ہو کہ میں خوابِ سفر سے جاگوں
پھر اسی خاکِ مدینہ سے شناسائی ہو

میں نے جب ذکر کیا اُن کا تو پلکوں پلکوں
جس طرح رونقِ انجم ہی اُتر آئی ہو

کیف ملتا ہے مجھے، درد بھی تھم جاتا ہے
نعت تو جیسے کوئی کارِ مسیحائی ہو

R

اِک نام، مرے نعت خزینے سے، مِرے دوست
محفوظ مجھے رکھتا ہے کینے سے مِرے دوست

خنجر ہے مری پیٹھ پہ، سینے پہ مِرے پھول
دشمن مِرے کوفے سے مدینے سے مِرے دوست

لگتا ہے خزاں میں بھی بہاروں میں گِھرا ہوں
طیبہ نے رکھا اتنے قرینے سے، مِرے دوست

یہ رنگ، عقیدت، یہ محبت یہ دلِ شاد
ہر سال یہی بارہ مہینے سے مرے دوست

باقی تو مشینیں ہیں جو ملتی ہیں دُکاں سے
دل ملتا ہے طیبہ کے سفینے سے مرے دوست

R

نبیِ پاک کے گھر کے قریں شجر بنوں گا
دوبارہ بننا پڑا طیبہ کی سحَر بنوں گا

درودِ پاک سے اتنا عطا ہُوا ہے مجھے
کسی نے مجھ کو بتایا تھا بے ثمر بنوں گا

میں سینہ طیبہ بنانے لگا تو دل نے کہا
جہاں پہ قصویٰ ٹھہرتی تھی میں وہ گھر بنوں گا

یہ میری خاک پرندوں کے کام آئے گی
بقیع میں، میں کبھی اِن کے بال و پر بنوں گا

دُعا ہے روضۂ اطہر پہ اک پرندہ بنوں
گلِ مدینہ بنُوں شاخ پر اگر بنوں گا

R

اُن سے نسبت کا کرم ہے جو یہ ہم ہیں تم ہو
ورنہ آئینے کا نم ہے جو یہ ہم ہیں تم ہو

ایک تہذیبِ حقیقت ہے نبی کا رستہ
خواب کا نقشِ قدم ہے جو یہ ہم ہیں تم ہو

ورنہ کب ہونے کی تصویر میں ہوتے ہم تم
آپ کا جُود و کرم ہے جو یہ ہم ہیں تم ہو

آپ کے رنگِ تبسم سے فروزاں ہے حیات
ورنہ تصویرِ اَلَم ہے جو یہ ہم ہیں تم ہو

کارواں عازمِ طیبہ ہے، قطاروں کے مَیاں
ہمیں اعزاز یہ کم ہے! جو یہ ہم ہیں تم ہو

R

اِدھر اُدھر سے ملے گا نہ بے بہا ملے گا
نبی کے رستے پہ چلنے سے راستہ ملے گا

تم ایک بار محبت سے اُن کا نام تو لو
جدھر بھی جاؤ گے رستہ کھُلا کھُلا ملے گا

یہ کائنات ہے قائم اِس ایک فلسفے پر
ملے گا آپ سے جو، تو اُسے خدا ملے گا

عطا سے کھلتے ہی جائیں گے اشک اشک پہ پھول
دلِ فقیر فقط ڈور باندھتا ملے گا

کھُلا مِلا بھی جو جنت کا در تو میرا دل
رسولِ پاک کے حُجرے کو ڈھونڈتا ملے گا

R

کیا عجب ڈھونڈتا آ جائے جہاں ، بسم اللہ
دل کو الحمد کیا، وردِ زباں بسم اللہ

دل کے بے جان قرینوں پہ اُتر آئے حیات
دیکھیے ایک نظر شاہِ جہاں بسم اللہ

یہ مدینہ ہے یہاں ابرِ اماں ہے ہر سو
لگی ٹھوکر تو ہر اک بولی زباں بسم اللہ

آپ کے نقشِ قدم لوحِ عنایت ہیں مجھے
آپ کے واسطے ہے جادۂ جاں بسم اللہ

کون ناموسِ رسالت پہ لٹائے گا حیات
عشق والوں نے کہا ایک زباں، بسم اللہ

شب تھی معراج کی سرکار تھے مہمانِ خدا
اور کہتے تھے سبھی کون و مکاں بسم اللہ

اپنی ہر فکر کا رکھا ہے انہیں ہی مرکز
اور رکھی سدا تمہیدِ بیاں بسم اللہ

ہر طرف نعت کے گلہائے عقیدت ملیں گے
کوئی آئے تو مرے کنجِ گماں بسم اللہ

R

طیبہ سے جب بھی آئی صدا، چھوڑ جائیں گے
رختِ سفر بندھے کا بندھا چھوڑ جائیں گے

تازہ رکھیں گے جد کی روایت کو آج بھی
خیمے میں دل اور ایک دیا چھوڑ جائیں گے

عشقِ نبی میں گھر میں ابوبکر کی طرح
آقا کا اور نامِ خدا چھوڑ جائیں گے

اس شہرِ مصطفیٰ کا کشادہ دلی ہے وصف
ہجرت ہوئی تو گھر کو کھلا چھوڑ جائیں گے

جو کچھ ہمارے ہاتھ میں آیا وہ دے دیا
یوں بھی ہم اپنے بعد میں کیا چھوڑ جائیں گے

R

جہاں حضور کا پرچم لگایا جاتا ہے
دلوں کے زخم پہ مرہم لگایا جاتا ہے

ستارے دیکھنے آتے ہیں اس کی تابانی
یہاں چراغوں پہ جو نم لگایا جاتا ہے

ہماری قبریں بھی روشن چراغ ہوتی ہیں
ہمارے چہروں پہ زم زم لگایا جاتا ہے

ہمارے جیسوں کی جیبیں بھری نہیں رہتیں
ہمارا دُنیا میں دِل کم لگایا جاتا ہے

R

کہاں کے ہم ہیں شاعر کیا سخن کاری ہماری
مدینہ لے کے جائے گی تو لاچاری ہماری

نبی کا ذکر جب سے ہم سفر رکھا ہے ہم نے
ہر اِک آسانی کرتی ہے طرف داری ہماری

بدل جاتے ہیں طیبہ کی زمیں پر جا کے معنی
ہمارے اشک بن جائیں گے سرشاری ہماری

R

گھنے اندھیرے میں جب بھی نبی کا نام لیا
تو میں نے ہونٹوں سے روشن دِیوں کا کام لیا

میانِ فلسفہ جب پاؤں ڈولنے لگے تھے
مجھے حضور کی رحمت نے آ کے تھام لیا

وگرنہ کس نے درختوں کی بات سننی تھی
ہوائے طیبہ نے آ کر مرا پیام لیا

میں چاہتا تھا کہ اُن تک مرا بھی دل پہنچے
فرشتے آئے اور آ کر مرا کلام لیا

میں نعت خوانوں کا خدمت گزار شخص ہوں دوست
سو جس نے نعت سنائی تو یہ غلام لیا

R

ہم سفر وہ ہے جو اچھے کی طرف جاتا ہے
دل مجھے لے کے مدینے کی طرف جاتا ہے

ایسے جاتا ہے مرا دھیان مدینے کی سمت
آدمی جیسے خزانے کی طرف جاتا ہے

اُڑ رہا ہوں یہ جو میں گنبدِ خضریٰ کے قریں
ہر پرندہ اسی سائے کی طرف جاتا ہے

آپ کے روضۂ انور کی تجلی کے طفیل
دوسرا آدمی پہلے کی طرف جاتا ہے

میں اسے لے کے مدینہ کی طرف جاتا ہوں
ہم قدم ہے کہ زمانے کی طرف جاتا ہے

مجھ گنہگار تک آتی ہے مدینہ کی ہوا
ورنہ کون آج پرائے کی طرف جاتا ہے

R

ہرے زمانوں کی تعبیرِ جستجو ملے گی
نبی کے نام سے جڑ جایئے نمو ملے گی

انہیں کا در ہے جہاں سب سنائی دے گا تمہیں
وہیں پہ خامشی بھی کرتی گفتگو ملے گی

تمام عمر کی خوشیاں نثار ہیں اس پر
وہ اِک خوشی جو مدینہ میں چارسو ملے گی

R

جدھر سے لطف و کرم کی ہوائیں آتی ہیں
بہار اوڑھ کے ہم پر خزائیں آتی ہیں

جہاز اُڑ رہا ہوتا ہے ارضِ طیبہ پر
دلوں کے حبس میں تازہ فضائیں آتی ہیں

سفر دنوں کا مہینوں پہ پھیل جاتا ہے
ہماری راہ میں مدحت سرائیں آتی ہیں

میں اُن کی نعت کو وردِ زبان رکھتا ہوں
وہ اور لوگ ہیں جن تک بلائیں آتی ہیں

نبی کے عشق کا جب دعویٰ کرنے لگتا ہوں
تو میرے سامنے میری خطائیں آتی ہیں

ہزاروں میل کی دوری سے بھیجتا ہوں سلام
تو پنڈی شہر میں ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں

R

نبی کا حرفِ فروزاں جہان بھر کا ہے نور
تمام روشنی میرے نبی کے گھر کا ہے نور

یہ میرا سینہ جو روشن دکھائی دے رہا ہے
دل ایک مدح سرا ہے سو ہم سفر کا ہے نور

حضورِ پاک نے دیکھا تو ایسی لو آئی
ضیا تو پہلے بھی اس میں تھی اب قمر کا ہے نور

نصیب والوں پہ ہوتا ہے منکشف یہ چراغ
اگرچہ چار سو پھیلا انہی کے در کا ہے نور

R

گوہرِ حرف کی تمہید کا یارا نہ رہے
اشک بہہ جائے تو عمروں کا خسارا نہ رہے

یہ بڑے فیض کے معنوں میں لیا جاتا ہے
ان کی سرکار میں دل پہنچے ہمارا نہ رہے

نعت پڑھتے ہوئے روشن کیے جائیں گے چراغ
آسمانوں پہ اگر چاند ستارا نہ رہے

گنبدِ سبز کی لہروں سے گلے مل پاؤں
اور پھر وقت کے دریا کا کنارا نہ رہے

زندگی معبدِ اقلیم میں تصویر نہ ہو
رنگ اس روپ سے ہٹ کر کوئی پیارا نہ رہے

R

میں کم عَمَل ضرور ہوں پر بد عقیدہ نئیں
وہ آنکھ کیا ہے آنکھ جو لوحِ خمیدہ نئیں

اُس بارگاہِ عشق میں کامل جلو قبول
سب حاشیہ کی نذر جو دل پر کشیدہ نئیں

رُک اے مزاجِ عشق ادب ہے نبی کا شہر
جانا شکستہ ٹھیک ہے، دامن دریدہ نئیں

لوگو! یونہی نہیں یہاں خضریٰ کے پھول پات
محرابِ انہاک ہے یہ صرف دیدہ نئیں

حُبِ رسولِ پاک ہے پارہ دلوں کی لو
ورنہ وہ پھول خاک ہے جو نم رسیدہ نئیں

R

جو چاہتا ہے کہ وہ عاشقِ رسول بنے
اُسے یہ چاہیے کانٹوں میں صرف پھول بنے

ہماری آنکھیں بنیں قافلوں کی راہ گزار
ہمارے سینوں میں عشاق کا سکول بنے

بس ایک اسمِ محمد کے فیض سے ہو گا
ہمارے حرف اگر قابلِ قبول بنے

ہمارے سینے یونہی تو نہیں بنے ہیں چراغ
ہمارے چہرے کئی راستوں کی دھول بنے

جو آپ کا نہیں ہو گا ، کہیں کا نئیں ہو گا
یہ کائنات سے پہلے کے ہیں اُصول بنے

یہ سانس ذکر نہیں کر رہی اگر اُن کا
تو کائنات میں ہم سب کے سب فضول بنے

R

جنت میں اپنے گھر سے نکل کر میں گھر چلا
آقا کا قافلہ تھا جدھر میں اُدھر چلا

کتنے زمانے پھول اُٹھائے مجھے ملے
بن کر ہوائے طیبہ کا جب ہم سفر چلا

اُن کی نظر نے رکھا خبر میں اِدھر اُدھر
جتنے بھی راستوں پہ تھا میں بے خبر چلا

ختم الرُّسل عقیدہ نہیں اصلِ دین ہے
مجھ سا گناہ گار اسی ایمان پر چلا

دن بھر مدینہ پاک میں بن کر رہا میں پیڑ
شام آئی تو چراغ بنا ان کے در چلا

R

کسی کمال نہ رنگِ ادا سے مِلتا ہے
یہ حرفِ نعت ہے اُن کی عطا سے مِلتا ہے

یہ اشک، سانس، یہ حبِ جمالِ مصطفوی
ہمارا رزق ہے ہم کو خدا سے مِلتا ہے

اِدھر اُدھر یونہی یہ لوگ گھومتے رہیں گے
خدا کا راستہ غارِ حرا سے مِلتا ہے

وہاں تلک کوئی پرواز ہی نہیں جاتی
جو راستہ مجھے حرفِ دعا سے مِلتا ہے

سلام

سلام

خیمے اور خواب کی تعبیر الگ ہوتی ہے
جس پہ در کھلتا ہے، زنجیر الگ ہوتی ہے

سر الگ ہوتے ہیں دیتے ہیں جو نیزوں پہ اذاں
نعت پڑھتی ہوئی شمشیر الگ ہوتی ہے

پل میں پہچان میں آتے ہیں ستاروں کے مَیاں
کربلا والوں کی تنویر الگ ہوتی ہے

اپنی آنکھوں میں لیے پھرتے ہیں اِک نہرِ فرات
ہم عزاداروں کی جاگیر الگ ہوتی ہے

کس نے سمجھایا حسین ابنِ علی سے بہتر
خاک اور خون کی تاثیر الگ ہوتی ہے

شاہ کے عشق میں اشکوں کو بہانے سے میاں
درد تھم جاتا ہے تطہیر الگ ہوتی ہے

اکثر و بیشتر محسوس کیا ہے کہ ہر خوش فکر نوجوان نعت گو کے حجرۂ باطن میں کہیں کوئی صوفی، درویش یا بزرگ آلتی پالتی مارے ضرور براجمان ہوتا ہے۔ قلب و روح پر اثر انداز ہونے کی قوت رکھنے والا کلام کبھی کم اور وہبی زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا نعت گوئی کا انحصار بھی تدبیر سے زیادہ توفیق پر ہے۔ بیشتر اکابر اہلِ نعت اس معاملے میں حضرت حافظ افضل فقیر مرحوم کے ہم نوا دکھائی دیتے ہیں کہ ''توصیفِ پیمبر ہے توفیقِ خداوندی'' کامل و مکمل نعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف شعری ہی نہیں بلکہ شرعی معیارات پر بھی پورا اُتر سکتی ہو اور کہیں بھی فنی، ادبی اور شرعی تقاضوں سے متصادم نہ ہو بلکہ، ممدوحِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت و صورت کا حسن اس کے ہر حرف سے چھلک اور جھلک رہا ہو، جب کہ قاری ایسے نعتیہ کلام سے محظوظ ہوتے ہوئے کسی لمحے خود کو بارگاہِ ممدوح ﷺ میں حاضر محسوس کرنے لگے چناں چہ ''مدحت کدہ'' کا شاعر الیاس بابر اعوان بھی ایسا ہی سالکِ طریقِ مدحت ہے جو اپنے وجدان کی راہ سے سلوکِ نعت طے کرنے کا متمنی ہے۔ مجھے الیاس بابر کی نعت کے پس منظر میں تمام تر ادبی محاسن اور فنی خوبیوں کے باوصف ایک روحانی تحریک دکھائی دیتی ہے جو اس سے جدید صوفی آہنگ میں گندھے باادب اور محتاط لہجے میں نعت کہلواتی ہے۔ مدحت کدہ کا شاعر ہمارے عہد کا کامیاب نعت گو ہے اور اس کے شعوری منظر نامے کو دیکھتے ہوئے ہم اُمید رکھ سکتے ہیں کہ وہ مستقبل قریب میں ایسے کئی اور ''مدحت کدے'' تعمیر کرے گا اور عالمِ آب و گل اس کے تراشے ہوئے مدحیہ ایوانوں سے اُٹھنے والے نعت کے نت نئے زمزموں سے گونجتا رہے گا۔ مکرم الیاس بابر اعوان حفظہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر اس کے مدحت کدے کی پیشانی کا جھومر بن سکتا ہے:

غزل سے نعت کی جانب سفر کچھ ایسا ہے
میں بُت بناتا تھا، اب زندگی بناتا ہوں

مدحت کدہ کا خوش بخت شاعر اپنے دامنِ اختصاص میں جو سب سے قیمتی موتی سمیٹے ہوئے ہے وہ اس کی خوش عقیدگی ہے جو اس کے کلام کی سطر سطر، لفظ لفظ اور حرف حرف میں جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔ چناں چہ اس اعتقادی تصلب کا کامل شعور شاعر کے فکر و تخیل کا مستقل حصہ ہے۔ ایک نعت کے مطلع میں اس کا خوب صورت اظہار ملاحظہ ہو:

میں کم عمل ضرور ہوں پر بد عقیدہ نئیں
وہ آنکھ کیا ہے آنکھ جو لوحِ خمیدہ نئیں

دعا ہے کہ صاحبِ ''مدحت کدہ'' یوں ہی فضائے مدحت میں پھلتے پھولتے رہیں۔ آمین۔

محمد شہزاد مجددی۔ دارالاخلاص، لاہور

پیش نظر کتاب ''خواب دگر''، ''نووارد'' اور ''آدیش'' کے بعد الیاس بابر اعوان کا چوتھا شعری مجموعہ ہے جو اس کی ۶۳ نعتوں پر مشتمل ہے۔ یہ نعتیں الیاس نے رمضان کے مہینے میں لکھیں۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں آخرِ شب فون پر اس کے اشعار و مدحِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے لیے ایک سوغات کی صورت ہوتے، رشک بھی ہوتا اور دل سے دعا بھی نکلتی۔ نعت کی روایت حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی (ہماری جانیں قربان ان نفوسِ قدسیہ پر جنھیں آقا حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے شعر پڑھنے کا موقع میسر آیا)۔ عربی، فارسی اور دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ اُردو میں بھی قدیم سے نعت گوئی کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ اُردو میں محسن کاکوروی، امیر مینائی، حالی، احمد رضا خان بریلوی اور علامہ اقبال نے اُردو نعت کو یہ صورت صنفِ ادب نافذ و قائم کیا، یہ زبانِ اُردو کا بڑا اختصاص ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اس صنف کو بہت عروج میسر آیا۔ حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، حافظ مظہر الدین، احمد ندیم قاسمی، عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، خورشید رضوی، ماہر القادری، مظفر وارثی، ریاض مجید، خالد احمد، جلیل عالی، سلیم کوثر، اقبال عظیم، پیر نصیر الدین نصیر، سرو سہارنپوری، حنیف اسعدی، بشیر حسین ناظم، ماجد خلیل، اعجاز رحمانی اور صبیح رحمانی نے اہم خدمات سرانجام دیں۔ نقدِ نعت پر ابھی بہت کام ہونا ہے۔ غزلِ جدید کی طرح جدید نعت بھی نئے اُصولِ نقد کی متقاضی ہے۔ نعت مختلف ہوتی چلی جارہی ہے اس کا اندازہ الیاس بابر اعوان کی کتاب پر نظر ڈالنے سے ہو جائے گا۔ کلاسیکی نعت کا مرکز و محور فضائل شمائل و خصائل کا بیان ہوتا تھا۔ جدید نعت اُمتی اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ذاتی تعلق کے احوال کو بھی شامل کرتی ہے۔ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے الیاس کی نسبت، تعلق اور نیازمندی کا اظہار اس کی نعت کے ہر مصرعے سے ظاہر ہے۔ یہ سعادت اس کی خوش بختی کی دلیل ہے۔ اللہ توفیق ارزانی فرمائے۔

افتخار عارف۔ اسلام آباد

Rs: 400/-
0336-2085325
pasbanehamdonaat@gmail.com
www.facebook.com/pasbanehamdonaat
9789697450312